اسلام کے نظام تعلیم وتربیت میں تصورِ سزا

(عصر حاضر میں شرعی قوانین کے مطابق اسکی ضرورت واہمیت)

[The Concept of Punishment in Islamic Education System and the need and Importance of Punishment in Contemporary Law Sharia'h]

☆خالدہ فرخ

☆☆ ڈاکٹر محمد امتیاز حسین

ABSTRACT

History has shown that Muslims have excelled in education and training and have risen to prominence and progress in the world. Allah Almighty has arranged the education and training of human beings from the very beginning. Only with good education and training can a good society be formed. Whenever Muslims neglected education, they declined and lost their identity. On this, the most important aspect like the education of children in the time of tribulation cannot be left at the mercy of circumstances and events. If the student still deliberately does not pay attention to his studies, he may be warned or reprimanded. Different teaching methods are adopted for the education and training of individuals in the society so as to create interest in education and prove to be effective for the student.

Keywords: Education, identity, individuals, effective, deliberately, tribulation

اللہ تعالی نے ابتدائے آفرینش سے ہی انسان کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا ہے۔اچھی تعلیم وتربیت سے ہی ایک صالح معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔جب بھی مسلمانوں نے تعلیم سے لاپرواہی برتی وہ زوال پذیر ہوئے اور اپنی شناخت کھو بیٹھے۔تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم وتربیت میں معراج پاکر دین ودنیا میں سربلندی اور ترقی حاصل کی۔اس پرفتن دور میں بچوں کی تعلیم جیسا اہم ترین پہلو حالات وواقعات کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔اگر طالبعلم پھر بھی جان بوجھ کر پڑھائی پر توجہ نہ دے تو اسے تنبیہ یا سرزنش کی جاسکتی ہے۔افراد معاشرہ کی تعلیم وتربیت کے لئے مختلف طریقہ ہائے تدریس اختیار کئے جاتے ہیں تاکہ تعلیم میں دلچسپی پیدا ہو اور طالبعلم کے موثر ثابت ہو۔

حکم باری تعالیٰ ہے:

☆ PhD Scholar, Department of Islamic studies, Imperial college of Business Studies, Lahore, Pakistan

☆☆ Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Imperial college of Business, Lahore Pakistan

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾(۱)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت مزاج طاقتور فرشتے (مقرر) ہیں جو کسی بھی امر میں جس کا وہ انہیں حکم دیتا ہے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام انجام دیتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں جہاں پروردگار عالم نے انسان کو خود جہنم کی آگ سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ وہیں اس کو بحیثیت سربراہ خاندان اس پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے اپنی اولاد کو راہ مستقیم کی طرف گامزن رکھے جہاں تک ممکن ہو انہیں برائی کی راہ اختیار کرنے سے روکے تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو۔ ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ والدین اپنی اولاد کے اعمال کا بار اٹھائیں گے کیونکہ وہ اولاد پر نگران مقرر ہیں۔

اولاد کی اچھی تربیت کرنا ان پر فرض ہے تاکہ اچھی تربیت پاکر وہ دنیاوی زندگی کو اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالیں اور خوشحال زندگی گزاریں۔ روزی کمانے کے حلال ذرائع اپنائیں خود بھی اپنی اولاد کو حلال و حرام کی تمیز سکھائیں اور حلال رزق کھلائیں اور انہیں حلال رزق کمانے کی ہمیشہ ترغیب دیں۔

تربیت کے معاملے میں قرآن و حدیث کے اصول سخت ہیں۔ تربیت میں کسی قسم کی کوئی رعایت برتنے کی اجازت نہیں ہے چاہے لاٹھی برسانی پڑے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

جسطرح ایک ماں اگر گھر میں آگ لگ جائے اور اس کے بچے کمرے میں سو رہے ہوں جہاں آگ لگی ہے وہ انکو گھسیٹ کر باہر لے جائے گی تو ایسی ماں کیسے یہ گوارہ کرسکتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو جہنم کی آگ میں جلنے دے۔ والدین اپنے بچوں کو اس آگ سے جو ہمیشہ بھڑکتی رہے گی ضرور بچانا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی بھی اپنے بچوں کو غلط راہ کی طرف چلنے نہیں دینا چاہتے۔ چاہے اس کے لیے وہ کوئی بھی طریقہ اختیار کرکے انہیں سیدھے راستے پر لائیں۔

والدین پر بچوں کی تعلیم و تربیت فرض ہے تو تادیب بھی تربیت ہی ہے کسی بھی قسم کی کوتاہی، غفلت بے جا پیار اور نرمی بچوں کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ بچوں کی غلطیوں پر چشم پوشی بچوں کا مستقبل خراب کر دیتی ہے۔ چشم پوشی سے بڑھاوا ملتا ہے بچہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ درست عمل ہے۔

بچوں کی تربیت کے معاملے میں جہاں تک ممکن ہو نرمی برتی جائے۔ لیکن بچے کو یہ احساس ضرور دلایا جانا چاہئے کہ والدین یا مربی اس کے لیے جو سوچتا ہے وہ اس کے لئے فائدہ مند ہے۔ اس کو قبول کرلینے میں اس کی بھلائی مضمر ہے۔ محبت

۱۔ التحریم،٦٦: ٦

اور سختی کے معاملے میں اعتدال برتا جائے نہ تو ہر ضد پوری کی جائے اور نہ ہر خواہش کو پورا کیا جائے، نہ ہی ایسی سختی اختیار کی جائے کہ بچہ نفسیاتی مریض بن جائے۔

ممکن حد تک کوشش کی جائے کہ بچوں کو شفقت و محبت سے سمجھایا جائے۔ خواہ مخواہ مارنے اور جسمانی سزا دینے سے پرہیز کیا جائے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ شریعت کے احکامات کو مد نظر رکھا جائے اور اس سلسلے میں افراط و تفریط پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ اس پر فتن دور میں والدین اور اساتذہ کا کردار اور بھی زیادہ توجہ کا حامل ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے ہر ذی شعور اور غیر شعور کو بھی متاثر کیا ہے۔

جدیدیت اور مادیت نے ایک ایسے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے جہاں تباہی کے سامان پر کشش ہیں۔ نئی نسل نے دین سے دوری اختیار کر لی ہے اور میڈیا کی اثر انگیزی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ نسلوں کو اس سحر سے بچانے کے لیے شریعت اسلامیہ کے اصول و احکام پر عمل پیرا ہونا لازم و ملزوم ہے۔

سزا کا مقصود بچے کو گمراہی اور گناہ سے بچانا ہے اور اسے مطیع و فرمانبردار بنانا ہے۔ اکثر والدین اور اساتذہ بچوں کو کسی نا پسندیدہ فعل پر فوراً سزا دینے میں تاخیر نہیں کرتے۔ ایسا رویہ کہ بچہ غلطی کر بیٹھا اور اسی وقت مار پیٹ کر ڈالی درست نہیں ہے۔ بلکہ شروع میں صرف تنبیہ کی جائے۔

بچے کو ایک طرف تو تکلیف اٹھانا پڑی اور دوسری طرف شرمندگی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ سزا دینے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کیا جائے مثلاً بچہ سکول کا کام نہیں کرتا یا سبق یاد نہیں کرتا تو تفریح کے وقت اسے یہ کام کرنے کی سزا دی جائے کیونکہ بچہ ہر گز اپنا تفریح کا وقت اس طرح مقید ہو کر گزارنا پسند نہیں کریگا۔ وہ اگلے ہی روز سے اپنا کام مکمل کر کے آئے گا۔ اسی طرح والدین کو بھی چاہیے کہ بچے کی غلطی پر فوراً پٹائی نہ کریں بلکہ اس کو اس وقت کسی ایسی چیز سے محرومی کا احساس دلائیں جو باقی بہن بھائیوں کو تو مل رہی ہے مگر اسے اس کی بار بار کی غلطی کی وجہ سے پاکٹ منی یا کوئی اور سہولت سے محروم کر دیں وہ خود بخود راہ راست پر آ جائیگا۔

بچوں سے فوری طور پر نظم و ضبط کی پابندی کی توقع نہ رکھی جائے بلکہ اس کی ترغیب و ترہیب کے ذریعے اصلاح کی جائے۔ اسلام دین فطرت ہونے کے ناطے انسان کو ہر معاملہ میں اعتدال کا درس دیتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیشہ حکمت سے کام لیا اور شفقت و محبت کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی مربی نہیں۔ حضرت معاویہ بن حکم السلمیؓ روایت کرتے ہیں:

بيْنَا أنَا أُصَلِّي مع رَسولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ، إذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ، فَقُلتُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَرَمَانِي القَوْمُ بأَبْصَارِهِمْ، فَقُلتُ: واثُكْلَ أُمِّيَاهْ، ما شَأْنُكُمْ؟ تَنْظُرُونَ إلَيَّ، فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بأَيْدِيهِمْ علَى أفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لَكِنِّي سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلَّى رَسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ

عليه وسلَّمَ، فَبِأَبِي هو وأُمِّي، ما رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ ولَا بَعْدَهُ أحْسَنَ تَعْلِيمًا منه، فَوَاللَّهِ، ما كَهَرَنِي ولَا ضَرَبَنِي ولَا شَتَمَنِي، قالَ: إنَّ هذِه الصَّلَاةَ لا يَصْلُحُ فِيهَا شيءٌ مِن كَلَامِ النَّاسِ، إنَّما هو التَّسْبِيحُ والتَّكْبِيرُ وقِرَاءَةُ القُرْآنِ [1]

"میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی، میں نے کہا: یرحمک اللہ۔ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: کاش یہ مر چکا ہوتا، تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ یہ سن کر انھوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ میں نے سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا نبی اکرم ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد میں آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! آپ ﷺ نے مجھے نہ تو جھڑکا نہ ہی برا بھلا کہا، اور نہ ہی مارا بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہیے؛ نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔

امام مسلمؒ نے ابن ابی عتیق سے روایت نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ:

تحدثت أنا والقاسم عند عائشة ﵂ حديثا وكان القاسم رجلا لحانة وكان لأم ولد فقالت له عائشة ما لك لا تحدث كما يتحدث بن أخي هذا أما إني قد علمت من أين أتيت هذا أدبته أمه وأنت أدبتك أمك قال فغضب القاسم وأضب عليها فلما رأى مائدة عائشة قد أتي بها قام قالت أين قال أصلي قالت اجلس قال إني أصلي قالت اجلس غدر إني سمعت رسول الله ﷺ يقول لا صلاة بحضرة الطعام ولا هو يدافعه الأخبثان [2]

"میں نے اور قاسم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے روبرو گفتگو کی، اور قاسم اپنی گفتگو میں بہت زیادہ لغوی غلطیاں کرتا تھا، اور اسکی ماں (اصل میں) لونڈی تھی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا: "تم میرے اس بھتیجے کی طرح گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ مجھے تمہاری اصل کا خوب علم ہے۔ اسکی تربیت اسکی ماں نے کی، اور تیری تربیت تیری ماں نے کی ہے"۔ راوی نے بیان کیا:

---

۱ مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج، (س۔ن)، الصحیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔ ۱:۳۸۱، رقم: ۵۳۷

۲ مسلم، الصحیح، ۱/۳۹۳، رقم: ۵۶۰

”قاسم انکی اس بات پر بہت غضبناک اور ناراض ہوا۔ جب اُس نے دیکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنھا کا دستر خوان لایا گیا ہے، تو وہ کھڑا ہو گیا۔“ انہوں (عائشہ رضی اللہ) نے پوچھا” کہاں (جارہے ہو)؟“ اس نے کہا:” میں نماز پڑھنے لگا ہوں۔“ انہوں نے فرمایا:”بیٹھ جاؤ۔“ اس نے کہا:” یقیناً میں نماز پڑھنے لگا ہوں۔“انہوں نے فرمایا:

”اے بے وفا بیٹھ جاؤ! بلا شک وشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:”کھانا آجانے پر نماز نہیں، اور نہ ہی ایسی حالت میں جبکہ بول وبراز (کی حاجت) اسکو تنگ کررہی ہو۔“ (۱)

حضرت عائشہ کے بھتیجے نے ان کے روبرو گفتگو میں بہت لغو غلطیاں کیں جس پر انہوں نے اسے ڈانٹ ڈپٹ پلائی تو وہ غصے میں آگیا اور حضرت عائشہ کے ہاں عین اسی وقت دستر خوان بچھایا جارہا تھا تو وہ یہ دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا جس پر حضرت عائشہ نے استفسار فرمایا تو وہ نماز پڑھنے کا بہانہ کرنے لگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے اسے سمجھایا کہ کھانا آجانے کے بعد نماز نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور جھاڑنے کا جو رویہ اختیار کیا وہ اس کے غلط رویے کی وجہ سے کیا اور اس کے لیے اے بے وفا! بیٹھ جاؤ جیسے الفاظ بھتیجے کو غلطی پر اصرار کرنے سے روکنے کے لیے استعمال کئے کیونکہ وہ عمر میں چھوٹا تھا اسے چاہئے تھا کہ وہ انکا احترام کرتا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

قالت له غدر لانه مأمور باحترامها لأنها أم المؤمنين وعمته وأكبر منه وناصحة له ومؤدبة فكان حقه أن يحتملها ولا يغضب عليها (۲)

"انہوں نے اس کو بے وفا اس لئے کہا کیونکہ وہ اس بات کا پابند تھا کہ انکا احترام کرتا، انکی بات کو برداشت کرتا اور اس پر غصے میں نہ آتا وہ توسب اہل ایمان کی ماں، انکی پوپھی اور اس سے بڑی اور انہیں نصیحت کرنیوالی اور تعلیم وادب کا اہتمام کرنے والی تھیں۔"

ریشمی لباس پہننے کی ممانعت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حرم لباس الحرير على ذكور أمتى وأحل لإناثهم (۳)

---

۱ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۸، رقم: ۵۳۷، احمد بن حنبل، (س۔ن)، المسند، موسسۃ قرطبۃ، مصر۔، ۵: ۴۴۷، رقم: ۲۳۸۱۳،

۲۔ نووی، ابوزکریا یحی بن شرف النووی، (۱۳۹۲ھ)، شرح صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔ ۵/ ۴۷

۳۔ ابوداوٗد، سلیمان بن اشعث، (۱۹۹۴ء)، السنن، تحقیق: شعیب الارنوط، دارالفکر، بیروت۔ ۱۱/ ۷۲-۷۳، رقم الحدیث، ۴۰۵

"میری امت کے مردوں پر ریشمی لباس حرام کیا گیا ہے، اور ان کی عورتوں کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔"

اس حکم میں امت کے چھوٹے اور بڑے سب مذکر حضرات شامل ہیں۔ صغر سنی میں سرپرست اور والدین پر یہ پابندی لاگو ہوتی ہے کہ وہ چھوٹے بچوں کو ریشمی لباس پہننے سے باز رکھیں کیونکہ اس کی بازپرس ان سے ہی ہوگی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

هذان حرامان علی ذکورا أمتی(۱)

"یہ دونوں (سونا اور ریشم) میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔"

پہننے والا اگر بچہ ہے تو گناہ پہنانے والے یعنی سرپرست اور والدین پر ہوگا۔ شیخ عمر سنامیؒ نے لکھا ہے:

"یہ (حدیث) مردوں اور بچوں کے لیے ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث بچوں کو شامل نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ وہ حکم کے مخاطب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ضمنی طور پر ان کے لیے بھی اور معنٰی یہ کہ ان کے باپ انہیں ریشمی لباس نہ پہنائیں۔"(۲)

والدین کے لیے ہدایات

اولاد والدین کے لئے قدرت کا ایک حسین تحفہ ہے۔ انسان کی زندگی اور اولاد کے وجود سے رنگین ہو جاتی ہے اور اولاد کے دم سے ہی دنیا پر رونق لگتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾(۳)

" لوگوں کے لئے ان خواہشات کی محبت (خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

۱۔ کاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، (۱۴۰۶ھ)، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ ص:۵/ ۱۳۱

۲۔ السنامی، شیخ عمر سنامی محمد بن عوض، (س۔ن)، نصاب الاحتساب، مکتبہ جبریل۔ ص: ۵۱

۳۔ آل عمران، ۳:۱۴

﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾(۱)

"جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے اور ظاہری آرائش ہے اور آپس میں فخر اور خود ستائی ہے اور ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے، اس کی مثال بارش کی سی ہے کہ جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر تم اسے پک کر زرد ہوتا دیکھتے ہو پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، اور آخرت میں (نافرمانوں کے لئے) سخت عذاب ہے اور (فرمانبرداروں کے لئے) اللہ کی جانب سے مغفرت اور عظیم خوشنودی ہے، اور دنیا کی زندگی دھوکے کی پونجی کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

دنیا میں اچھی اور مقدس چیزیں بھی ہیں پھر دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان کیوں ہے؟ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے دنیا کی زندگی مذموم ہے اور آخرت کی زندگی محمود ہے حالانکہ بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی اچھائی ہے۔ انبیاء علیہم السلام دنیا میں مبعوث کئے گئے اور اولیاءاللہ بھی دنیا میں ہیں۔(۲)

دنیا کی زندگی نیک اعمال کی بدولت اچھی ہے کفار کو اپنے کثرت مال اور کثرت اولاد کی بدولت دھوکہ لگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہے تبھی تو اتنی نوازشات الٰہی ہیں۔ لیکن یہ محض انکا گمان تھا اور جاہلانہ فخر تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (۳)

"(اے بندو!) تم اپنے رب کی بخشش کی طرف تیز لپکو اور جنت کی طرف (بھی) جس کی چوڑائی (ہی) آسمان اور زمین کی وسعت جتنی ہے، اُن لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔"

۱۔ الحدید،۵۷: ۲۰

۲۔ تبیان القرآن، ص ۶۲۰

۳۔ الحدید،۵۷: ۲۱

دنیا کی عارضی اور ظاہری زندگی پر فخر اور سبقت کسی کام کا نہیں۔ انسان کو اپنے رب کے فضل کی تلاش کرنی چاہیئے یہ سچ ہے کہ سب کچھ اللہ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے نیک اعمال بھی اللہ کی عطا کردہ توفیق سے نصیب ہوتے ہیں لیکن ان نیک اعمال کو سرانجام دیتے رہنے کی کوشش جاری رکھنی چاہیئے۔

اپنی اولادوں کو اور خود بھی انسان کو چاہیئے بے شک جنت میں جانے کا حقیقی وسیلہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، پھر بھی ظاہری اسباب تو انسان کے نیک اعمال ہونگے۔ انسان کے مال اور اولاد کام نہ آئیگی۔

والدین اگر اولاد سے نفع پانا چاہتے ہیں تو اولاد کو ہر قدم پر اسلام کی راہ پر چلائے۔

حضرت ابوہریرۃ روایت کرتے ہیں کہ

"مرنے کے بعد میت کا درجہ بلند کیا جاتا ہے تو میت کہتی ہے کہ اے میرے رب! یہ کیا چیز ہے؟ رب تعالیٰ فرما تے ہیں کہ تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا ہے۔"(1)

نیک اولاد ایک بہت بڑی نعمت ہے والدین اگر نیک ہیں تو اولاد کی تربیت بھی صراط مستقیم پر ہی کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾(2)

"اور آپ انہیں دنیوی زندگی کی مثال (بھی) بیان کیجئے (جو) اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان کی طرف سے اتارا تو اس کے باعث زمین کا سبزہ خوب گھنا ہوگیا پھر وہ سوکھی گھاس کا چورا بن گیا جسے ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں، اور اللہ ہر چیز پر کامل قدرت والا ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلاً﴾(3)

"مال اور اولاد (تو صرف) دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور (حقیقت میں) باقی رہنے والی (تو) نیکیاں (ہیں جو) آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے (بھی) بہتر ہیں اور آرزو کے لحاظ سے (بھی) خوب تر ہیں۔"

۱۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۹ء)، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت۔ ص ۲۸، رقم: ۳۶

۲ الکہف، ۱۸: ۴۵

۳۔ الکہف، ۱۸: ۴۶

اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی پانی کی مثل ہے یعنی عارضی ہے۔پانی ایک کیفیت اور ایک حالت پر بر قرار نہیں رہتا اسی طرح دنیا بھی ایک کیفیت اور ایک حالت پر بر قرار نہیں رہتی۔کوئی شخص اس پر قادر نہیں کہ وہ پانی میں داخل ہو اور بھیگنے سے بچ جائے۔اسی طرح کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ دنیا میں داخل ہو اور اس کے فتنوں اور اس کی آفتوں سے محفوظ رہ سکے۔(۱)

باری تعالیٰ انسان کو جھنجھوڑ رہا ہے کہ کہیں انسان مال اور اولاد کو دنیا کی زینت نہ سمجھ لے اور صرف بیٹوں کی کثرت پر اتراتا نہ پھرے۔ان بیٹوں کی اللہ کے راستے کی طرف تربیت اس کے لیے باعث ثواب ہو گا۔اولاد کی محبت میں انسان گمراہ بھی ہو جاتا ہے بعض اوقات حرام کو حلال گردانتا ہے یہ اولاد کبھی بھی انسان کی بداعمالیوں پہ نجات دہندہ نہ ہو گی بلکہ اپنے اعمال سیدھے رکھیں حرام طریقے سے کما کر نہ کھلایا جائے حرام کا وبال والدین پر ہی ہو گا۔لہٰذا انسان حتیٰ الوسع ان فتنوں اور آفتوں سے بچے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾(۲)

"بس اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں انہی (چیزوں) کی وجہ سے دنیوی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔"

مال اور اولاد کی محبت میں انسان اپنی آخرت سے غافل ہو تا چلا جاتا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جس کی حفاظت اور جس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے۔اولاد کو نیک تعلیم و تربیت کے ذریعے پروان چڑھایا جائے اور مال کو اللہ کی محبت میں خرچ کیا جائے جو شخص مال اور اولاد کی محبت میں شدت اختیار کر لیتا ہے وہ ہر ناجائز ذریعہ اختیار کرتا ہے۔جس سے وہ دنیاوی زندگی کو تسکین دے سکے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے:ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مال اور اولاد بری چیز نہیں ہے مال اگر اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اور اولاد اگر نیک اور صالح ہو تو وہ ذریعہ نجات ہیں۔نافرمان اولاد وبال ہے۔محض اولاد اور اموال کی کثرت اللہ کے تقرب کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ اللہ کا تقرب اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال اور نیک راستے کی طرف گامزن اولاد ہوتی ہے۔مال اور اولاد کی کثرت انسان کو عذاب سے نہیں بچا سکتی۔بلکہ انسان کے نیک اعمال اسے جنت میں لیکر جائیں گے۔احکام خداوندی کی بجاآوری میں ہی انسان کی نجات ہے۔اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو فتنہ اور آزمائش قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْلَمُواْ أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلاَدُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾(۱)

۱۔تبیان القرآن

۲۔التوبہ،۹: ۵۵

"اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو بس فتنہ ہی ہیں اور یہ کہ اللہ ہی کے پاس اجرِ عظیم ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے: اولاد اور مال کی محبت تمہیں احکام الٰہی سے غافل نہ کر دے۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے روزی کمانا یا مال کمانا چاہتے ہو اولاد کی تعلیم و تربیت اور ان کی زندگی سنوارنا ہو، ہر نیک عمل کا ثواب ضرور مل کر رہتا ہے سو تم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بنے رہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے:

"تم میں سے ہر شخص فتنہ میں مبتلا ہے پس تم گمراہ کرنے والے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔"(۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾(۳)

"(اے نبی مکرم!) آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکمِ (عذاب) لے آئے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔"

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو اولاد کی محبت کو دین سے زیادہ اہمیت دیتے ہوں جو شریعت الہیہ کو بھلا دیتے ہوں ایسے لوگ مراد کو نہیں پہنچتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُوْلَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ

۱۔ الانفال، ۸: ۲۸

۲۔ جامع البیان، ج۹، رقم الحدیث: ۱۲۳۷۰، ص: ۲۹۵

۳۔ التوبہ، ۹: ۲۴

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُوْلَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(۱)

"آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ اُن کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اُس (اللہ) نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی فیضِ خاص) سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں (ایسی) جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو خوشخبری سنادی گئی ہے کہ جو اولاد کی بے براہ روی کی صورت میں ان سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں جن کے سدھرنے کی کوئی اور صورت نظر نہ آتی ہو ان سے الگ ہو جاتے ہیں تاکہ انہیں احساس ہو کہ اگر وہ راہ راست پر نہیں آئے تو ایسی اولاد یا گمراہ رشتے داروں سے انکی کوئی قرابت داری نہیں۔

آدم علیہ السلام کو شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اس وقت اس نے پروردگار سے کہا کہ وہ اولاد آدم کو بھٹکائے گا۔ ابلیس نے اولاد آدم کو راہ راست سے ہٹائے رکھنے اور اطاعت الٰہی سے دور رکھنے کی قسم کھار کھی ہے۔ لہذا اپنی اولاد کو بچپن سے ہی شیطان کے اثرات سے بچانے کے لیے ان کی تربیت احکام شریعہ کے مطابق کریں اور تاحیات اولاد کی تعلیم و تربیت کی بھرپور کوشش کرتے رہیں انہیں گاہے بگاہے شیطان کے وسوسوں سے بچاتے رہیں۔ اگر بچپن سے بچوں کی تعلیم و تربیت صحیح نہج پر ہو جائے تو شیطان کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ابلیس کے ان ہتھکنڈوں سے اولاد کو محفوظ رکھنے کے لیے والدین کو ہمہ وقت تعلیم و تربیت کی جدوجہد جاری رکھنی چاہئے کیونکہ اس آیت سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرے سچے بندوں پر شیطان کا غلبہ نہ ہو گا بے شک اللہ تعالیٰ کی جستجو میں رہنے والے ابلیس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

بہکانے والے سے زیادہ زبردست حکمت والی ذات اللہ تعالیٰ رحمان ورحیم کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلاً﴾(۱)

۱۔ المجادلۃ،۵۸: ۲۲

"بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا تسلط نہیں ہو سکے گا، اور تیرا رب ان (اللہ والوں) کی کارسازی کے لئے کافی ہے۔"

جو والدین اپنی اولادوں کو احکام الٰہی کے مطابق تعلیم وتربیت کر کے انکی حیات سنوارتے ہیں ان کے لیے ان کے رب نے وعدہ کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾(۲)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے ایمان میں اُن کی پیروی کی، ہم اُن کی اولاد کو (بھی) (درجاتِ جنت میں) اُن کے ساتھ ملا دیں گے (خواہ اُن کے اپنے عمل اس درجہ کے نہ بھی ہوں یہ صرف اُن کے صالح آباء کے اکرام میں ہو گا) اور ہم اُن (صالح آباء) کے ثوابِ اعمال سے بھی کوئی کمی نہیں کریں گے، (علاوہ اِس کے) ہر شخص اپنے ہی عمل (کی جزا و سزا) میں گرفتار ہو گا۔"

یہ انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان والدین کے لیے ہوں گے جنہوں نے اپنی اولاد کو اطاعت اللہ اور اطاعت الرسول کا درس دیا ہو گا۔ جنکی تربیت خالص دین کے راستے پر کی گئی ہو گی ان کے لیے فرشتے بھی دعائیں کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدتَّهُم وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾(۳)

"اے ہمارے رب! اور انہیں (ہمیشہ رہنے کے لئے) جنّاتِ عدن میں داخل فرما، جن کا تُو نے اُن سے وعدہ فرما رکھا ہے اور اُن کے آباء و اجداد سے اور اُن کی بیویوں سے اور اُن کی اولاد و ذرّیت سے جو نیک ہوں (انہیں بھی اُن کے ساتھ داخل فرما)، بے شک تو ہی غالب، بڑی حکمت والا ہے۔"

یہ آیت ان نیک اور صالح لوگوں کے لیے خوشخبری سنارہی ہے جو خود بھی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں رہے اور دوسروں کو بھی نیک راہ پر چلانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مومنوں کے اعمال میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں

۱۔بنی اسرائیل،۱۷: ۶۵

۲۔الطور،۵۲: ۲۱

۳۔غافر،۴۰: ۸

کریں گے بلکہ اس کی اولاد کو بھی اس کے ساتھ جنت میں جگہ دیں گے۔ والدین نیک اور صالح ہوں گے تو اولاد بھی یقیناً نیک اور صالح ہو گی۔

مربی کے لیے امام غزالی کی رائے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:

"بچوں کی نگرانی کی ذمہ داری والدین پر ہے جس کا ضمیر بالکل صاف ہوتا ہے اور اس کی روح بے داغ ہوتی ہے والدین کی نگرانی میں دے دیا جاتا ہے۔ اس کا دل مثل آئینے کے ہے اور اس چیز کا عکس قبول کرنے کے لیے تیا رہتا ہے جو اس کے سامنے آتی ہے بچہ جو کچھ دیکھتا ہے نہایت ہوشیاری سے اس کی نقل کرتا ہے۔ اگر اس کی تعلیم وتربیت اچھی کی جائے تو وہ ایک مثالی شہری بن سکتا ہے لیکن اگر اسے برا اٹھایا جائے یا اس کی طرف سے لاپروائی برتی جائے تو وہ موذی انسان بن سکتا ہے۔ بچے کے اقبال مندی میں اس کے والدین اس کے اساتذہ اور اس کے رشتہ دار برابر کے شریک ہونگے اور اگر وہ برا اٹھا تو اس کا خمیازہ بھی وہی بھگتیں گے۔ لہذا والدین یا سرپرستوں کا فرض ہے اس کی طرف پوری پوری توجہ دیں۔ اسے اچھے طور طریقے سکھائیں۔ اسکی اخلاقی اصلاح کریں اور صحبت بد سے بچائیں۔ بچے کو سخت و ناہموار زندگی کا عادی بنایا جائے نہ کہ عیش و تنعم کا، خودداری، شرم وحیاء اور خلوص اس کی نمایاں خصوصیات ہوں، اس کے دل میں مال و دولت کی محبت کا بیج نہ بویا جائے کیونکہ یہی چیز بلاوجہ کے لڑائی جھگڑوں کا باعث ہوتی ہے۔ جب بچہ سن شعور کو پہنچ جائے تو اسے ممتاز اور اچھے اتالیوں کے سپرد کر دیا جائے جو اسے کارآمد اور ضروری تعلیم دیں اور صحیح راستے پر چلا کر اسے اصلی منزل مقصود تک پہنچائیں استاد کو چاہئے کہ اسے قرآن وحدیث کا درس دے، اصلاحی قصے کہانیاں پڑھائے اور ایسی نظمیں یاد کرائے جن میں عشق و عاشقی کا ذکر نہ ہو۔"(۱)

ابن قیم نے اپنی کتاب احکام المولود میں لکھا ہے:

"جس امر کی بچہ کو بہت زیادہ احتیاج ہے وہ اس کے اخلاقی امور پر توجہ ہے کیونکہ بچہ ان ہی اخلاق و عادات پر تربیت پاتا ہے۔ جن عادات کی بچپن میں مربی اس کو عادت ڈالتا ہے جیسے غصہ، عجلت پسندی، گوشہ نشینی، حرص و لالچ، طیش و تیزی، پھر بڑے ہو کر اس کی تلافی مشکل ہو جاتی ہے اور یہ عادات اس کی طبیعت میں راسخ اور پیوست ہو جاتی ہیں۔ اگر ان عادات سے بچے کو سختی سے باز نہ رکھا گیا تو کسی نہ کسی دن اسے پریشانی کا سامنا کرنا

۱۔ غزالی، محمد بن محمد الغزالی، (س۔ن)، احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ، بیروت۔ ص:۵۷-۵۸

پڑے گا۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے اخلاق بگڑے ہوئے ہوتے ہیں اس کی وجہ یہی ہوتی ہے ان کی نشوونما ان ہی عادات پر ہوئی ہوتی ہے۔"[1]

مربی کو چاہیے کہ بچے کو پہلی ہی غلطی پر سزا نہ دے بلکہ ہر حربہ اور طریقہ استعمال کرلیا جائے کہ جس سے ممکنہ حد تک اس کی اصلاح ہو جائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ سخت سزا دینے کو بالکل جائز کہنا درست نہیں۔ اس کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ملتا ہے۔ ایک حدیث پاک میں حضور نبی اکرم انے چہرے پر طمانچہ مارنے سے منع فرمایا ہے۔

لیکن سزا دینے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ بچے کو تکلیف پہنچانا مقصد نہ ہو بلکہ اسے راہ راست پر لانا مقصد ہو، ایسی سزا ہرگز نہ دی جائے جس سے اسے عبرت ناک عذاب پہنچے۔ سزا دینے کے لیے سب سے پہلے مرحلے میں کان ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا جائے یعنی گوشمالی کی جائے یہ جسمانی سزا کے لیے پہلا مرحلہ ہونا چاہئے تاکہ بچے کو تکلیف کا احساس ہو جائے اور وہ آئندہ خطاکاری سے باز رہے، ابن سنان نے عبد اللہ بن بسر کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ میری والدہ نے مجھے انگور دے کر خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ میں نے آپ کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے اس میں سے کچھ کھالیا جب وہاں پہنچا تو آپ ﷺ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا: یاغدر۔"

استاد کو چاہئے کہ چھڑی ضرور رکھے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ شرط کے درجے میں چند باتوں کا خیال رکھے:

۱۔ ایک ہاتھ سے زیادہ بڑی نہ ہو

۲۔ ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے زیادہ موٹی نہ ہو لچکدار ہو۔

۳۔ اپنے سامنے یا ہر وقت اپنے ہاتھ میں نہ رکھے۔ بلکہ چھپا کے رکھے۔

۴۔ غصہ آنے پر فوراً نہ نکالے۔

۵۔ نکال کر فوراً استعمال نہ کرے۔

۶۔ استعمال ضروری ہو جائے تو صرف ہاتھ پر احتیاط سے پورے زور کی بجائے میانہ روی سے ایک دفعہ استعمال کرے۔ استاد حکمت عملی سے کام لے پہلے یہ سوچے کہ اس کو کتنی سزا کی ضرورت ہے۔ آپ اپنی درسگاہ کے لیے ایک حکیم اور ڈاکٹر ہیں۔ آپ کے پیش نظر یہ ہو کہ اس کے اندر غفلت ہے، سستی ہے وہ کسی نہ کسی طریقے سے دور ہو جائے۔ اس کو تکلیف پہنچانا اور ایک طرح کا عذاب دے کر عبرت ناک بنادینا ہرگز مقصد نہ ہو۔[2]

---

۱ الجوزی، امام ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم، تحفۃ المودود، احکام الورود، ص:۵۱ ۷

۲ قاری محمد یسین، (۱۹۹۶ء)، تدریس قرآن کے اصول، دار اسلام پبلشر زار دو بازار لاہور

لاوارث نسلیں

انسان گناہ کرنے لگ جائے تو اسے کوئی بھی گناہ بڑا نہیں لگتا اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اور اپنے رب کے ہر علم کو ٹھکرا کر صرف اور صرف اپنے مردہ ضمیر کی آواز کو اہمیت دینے لگتا ہے۔ اس طرح وہ خود خدا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح بچوں کی غلطیوں پر چشم پوشی کرتے جانا انکو نڈر بنادیتا ہے وہ بھی اپنے والدین، سرپرستوں اور اساتذہ سے بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اور غلط راستے کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔ نیکی اور بدی میں فرق بچوں کو بتانا پڑتا ہے وگرنہ بچہ مصیبت میں پڑا رہے گا اسے شرمندگی تب محسوس ہوگی جب حقیقی معنوں میں کوئی اس کی راہنمائی کرے گا۔ حلال و حرام نیکی و شر، گناہ و ثواب کا فرق نہیں سمجھے گا تو وہ گناہوں بھری زندگی گزارے گا۔ ہماری نوجوان نسل اوائل جوانی سے ہی سگریٹ نوشی نشہ اور اشیاء کا استعمال فیشن سمجھ کر کرتی ہے۔ موسیقی کو وہ اپنی غذا سمجھنے لگتے ہیں بے ڈھنگے لباس پہنتے ہیں لڑکیوں کے لباس میں عریانی عام ہے۔

لڑکے یہودیوں کے جیسی بے تکی داڑھی رکھتے ہیں۔ ہماری نسل بے خوف و خطر ان گنت معصیتوں کا شکار ہے انہیں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں مخلوط تعلیم نے نسلوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے برائی اگر عام ہو جائے گناہ کو گناہ نہ سمجھا جائے حلال و حرام کی تمیز اٹھ جائے، عریانی اور بے پردگی کو فیشن کہا جانے لگے، محرم اور غیر محرم رشتوں کی پاسداری نہ کی جائے والدین کی فرمانبرداری کو پس پشت ڈال دیا جائے بزرگوں کو بوجھ سمجھا جانے لگے تو غالب امکان ہے عذاب الہی وارد ہوتا ہے۔ ایسا ہو بھی رہا ہے لیکن ارباب عقل و دانش اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے کہ نسلوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی اشد ضرورت ہے آج اچھی بات بتانے والے کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے بلکہ بدلہ لینے کی ٹھان لی جاتی ہے غلطی کو غلطی نہیں سمجھا جاتا۔

گویا ہم نے لاوارث نسلیں تیار کرلی ہیں۔ انہیں کچھ نہ کہا جائے انہیں روک ٹوک نہ کی جائے۔ یہ جب چاہیں جہاں چاہیں جس وقت چاہیں آجاسکتے ہیں۔ ان نسلوں کی تربیت آخر ہمیں ہی کرنی ہے جس کا اللہ تعالی کے ہاں جواب بھی ہمیں ہی دینا ہے۔ تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے اقوام غرق کیوں ہوئیں، قوم عاد پر باد سموم کیوں آئی کہ جس نے اس کو نیست و نابود کر دیا اور وہ نشان عبرت بنادیئے گئے۔

قوم لوط کی مجھے پوری بستی کو آسماں پہ اٹھا کے زمین پر پٹخ دیا گیا صفحہ ہستی سے انکا نام و نشان مٹ گیا۔ اقوام انجام بد سے دوچار ہوئیں کیونکہ انہوں نے اعلانیہ برائی کا ارتکاب کیا اور اگر اس دور میں بھی مربی بچوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیتے تو یہ انجام کار کسی بھی وقت کسی بھی قوم کا جو گناہ و معصیت میں مبتلا ہے اب بھی ہو سکتا ہے .

تجزیاتی مطالعہ

اللہ تعالی نے روز حشر تک کے لیے ہدایات قرآن مجید میں نازل فرمادی ہیں یہ صرف ان قوموں کے لیے نہیں جو تباہ ہوئیں جنہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات کو جھٹلایا اور نیست و نابود ہو گئیں۔ یہ سب ہماری بھی ہدایت کے لئے روز روشن کی

طرح عیاں ہیں۔ان پر عمل پیرا ہو کر زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنا ہر وقت اور ہر دور کا تقاضا ہے۔ہماری نسلیں جدیدیت میں کھو کر ان تعلیمات قرآن اور قوانین شریعہ پر عمل درآمد نہیں کر رہیں۔پروردگار نے رسولوں اور نبیوں کو ہماری تربیت کے لیے بھیجا ہر قوم کے پاس انبیاء کرام ہدایات خداوندی لیکر آتے رہے اور انہیں راہ راست پر چلانے کی سر توڑ کوشش کرتے رہے بے شک انبیاءورسل کے ذریعے اللہ تعالی نے ہر قوم کی تعلیم وتربیت فرمائی۔مربی اپنا فرض نبھاتے رہے جن اقوام نے ہدایات قبول کرلیں۔مستفید ہوئیں اور جنہوں نے نافرمانی کی وہ اقوام اللہ تعالی کے عذاب سے دوچار ہوئیں۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنْذِرُوا هُزُوًا﴾[1]

"اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجا کرتے مگر لوگوں کو خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے (بنا کر)،اور کافر لوگ (ان رسولوں سے) بیہودہ باتوں کے سہارے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس (باطل) کے ذریعہ حق کو زائل کر دیں اور وہ میری آیتوں کو اور اس (عذاب) کو جس سے وہ ڈرائے جاتے ہیں مذاق بنالیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو جن اقوام کی طرف بھیجا ان اقوام کو فرمانبرداری کے صلے میں بشارت سنائی۔نافرمانوں کو ہدایت کی طرف لوٹ آنے پر جنت کی خوشخبری سنائی جو مکر وفریب میں مبتلا ہے اور تنبیہ کے باوجود راہ راست پر نہ آئے اور الٹا مذاق بنائے ان کے لیے عذاب ہے۔آج بھی یہی تعلیمات قرآنیہ ہماری نجات کا ذریعہ ہیں۔آج ہم نے بھی انہیں مذاق بنالیا ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ نیک اعمال کرنے والوں کو ان کے اعمال کا صلہ ملے گا۔

اللہ تعالی کے ہاں انسانوں کی صفات کی بناء پر فیصلے ہوں گے جو انسان ایمان اور عمل صالح لیکر اللہ تعالی کے ہاں حاضر ہو گا وہ ضرور اس کا اجر پائے گا اللہ تعالی کا رشتہ ہر نیک انسان اور متقی وپرہیز گار بندے کے ساتھ خاص ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[2]

"بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور (جو) نصاری اور صابی تھے ان میں سے) جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کئے، تو ان کے لئے ان کے رب کے ہاں انکا اجر ہے، ان پر نہ

۱الکہف،۱۸: ۵۶

۲البقرہ،۲: ۶۲

کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔" اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ جو مسلمان اور پھر کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ جب تک وہ صحیح معنوں میں ایمان نہ لے آئیں اللہ تعالی کی ذات بابرکات پر اور آخرت پر پھر وہ نیک عمل کریں تو ان کے لیے اجر عظیم ہے۔ ہماری نسلیں دوسری غیر مسلم اقوام کی اندھا دھند تقلید میں مصروف ہیں جبکہ غیر مسلموں کی سی شباہت اختیار کرنایاان کے کسی طریق کار کی تقلید کرناروز قیامت اس انسان کے لیے وہی پہچان بن جائے گالیکن وہ خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو وہ انہیں غیر مسلموں کے ساتھ قیامت کے دن اٹھے گا جس کی تقلید کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆

مصادر و مراجع

۱. القرآن الکریم

۲. احمد بن حنبل، (دون السنۃ)، المسند، مؤسسۃ قرطبہ، مصر

۳. احمد بن ابراہیم بن اِسماعیل، (۱۴۰۱ھ)، معجم شیوخ ابی بکر الاسماعیلی، مدینۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ

۴. ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، (۱۴۰۹ھ)، المصنف، مکتبۃ الرشد، الریاض

۵. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۷ء)، الصحیح، دار ابن کثیر، یمامۃ، بیروت

۶. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۹ء)، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت

۷. ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، (دون السنۃ)، السنن، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت

۸. حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، (۱۹۹۰ء)، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۹. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، (۱۹۹۴ء)، السنن، تحقیق: شعیب الارنؤوط، دار الفکر، بیروت

۱۰. طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب، (۱۹۸۳ء)، المعجم الکبیر، مکتبۃ الزہراء، الموصل

۱۱. طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، (۱۴۰۵)، تفسیر الطبری، دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۲. غزالی، محمد بن محمد الغزالی، (س۔ن)، احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ، بیروت

۱۳. کاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، (۲۰۰۳ء)، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

۱۴. ابن ماجہ، اَبو عبد اللہ محمد بن یزید، (س۔ن)، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۵. مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج، (س۔ن)، الصحیح، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۱۶. ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی، (۱۴۰۵ھ)، حلیۃ الاولیاء، دار الکتاب العربی، بیروت

۱۷. نووی، ابو زکریا یحیی بن شرف النووی، (۱۳۹۲ھ)، شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت